

محمد ثینؐ کے القابات کی معنویت - فن وادب کا معیار

صائمہ فاروق*

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرار نیل فاروقی*

The collection of Hadith of Holy Prophet (SAW) is the explanatory and detailed capital of the initial source of sharia, Quaran. It is due to the dignified status of Hadith that Allah created such individuals who preserved the sayings of Holy Prophet (SAW) with religious fervour, zeal, honesty and great care. They were known as Mohaddiseen. Mohaddiseen are given some special customary names so that their classification, degree and methodology could become prominent. In this article a literary and technical study has been presented in context of special names given to Mohaddiseen. This research concerns to enlight the hidden technical and literary treasures of terminology. So one may feel the pleasure and involvement in such a remarkable and unmatched art.

اسلام بنیادی طور پر قرآن و حدیث کی شکل میں بنی نوع انسان کے لیے پیش کیا گیا اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود لیا {إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ} (۱) (ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔)

امام فخر الدین رازیؒ (۲) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں الصِّمِّيُّ فِي قَوْلِهِ: لَهُ لَحَافِظُونَ إِلَى مَا ذَا يَعُوذُ فِيهِ قَوْلَانِ: الْقَوْلُ الْأَوَّلُ: أَنَّهُ عَائِدٌ إِلَى الذِّكْرِ يَعْنِي: وَإِنَّا نَحْفَظُ ذَلِكَ الذِّكْرَ مِنَ الشَّحْرِيفِ وَالزِّيَادَةِ وَالتَّقْصَانِ وَالْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ الْكِنَايَةَ فِي قَوْلِهِ: لَهُ رَاجِعَةٌ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَعْنَى وَإِنَّا لَمُحَمَّدٍ لَحَافِظُونَ كَمَا فَحَسَنَتِ الْكِنَايَةُ عَنْهُ (۳)

(۱) لہ حافظون میں "لہ" کی ضمیر کس طرف لوٹتی ہے اس بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہے کہ ہم اس قرآن کو تحریف، اضافے اور کمی سے محفوظ رکھیں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کے اس قول میں کنایہ "لہ" میں "ہ" کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف لوٹتی ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم محمد ﷺ کی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور / لیسرچ سکالر پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور۔

* شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور۔

حفاظت کرنے والے ہیں اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ انتہائی خوبصورت کنایہ ہے۔ آپ ﷺ کے اسی مرتبہ کے پیش نظر اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت محمدیہ میں ایسے افراد پیدا فرمائے کہ جنہوں نے آپ ﷺ کے اقوال و افعال کو اصلاح و تقویٰ، دیانتداری و جفاکشی، عقیدت و احترام اور حزم و احتیاط سے محفوظ کیا اور ”محمد ثین“ کہلائے۔ ترویج حدیث اور تدوین حدیث کے لیے محمد ثین کرام کا سلسلہ نہایت وسیع اور طویل و عریض ہے۔ جس طرح محمد ثین کرام حدیث کی نسبت، روایت، طرق، قبولیت و عدم قبولیت، معمول بہ و غیر معمول بہ اور جرح اور تعدیل کے اعتبار سے مختلف اصطلاحات کا اطلاق کرتے ہیں اسی طرح محمد ثین کرام پر بھی چند رسمی القاب کا اطلاق کیا جاتا ہے تاکہ ان کا درجہ و طبقہ واضح ہو جائے۔ الْقَابَاتُ رَسْمِيَّةٌ كَانُوا يَسْتَحْسِنُونَ الْحَاقِقَهَا بِأَسْمَائِهِمْ عِنْدَ تَرْجُمَتِهِمْ لِتَعْرِفَ طَبَقَاتِهِمْ وَذَرَاجَاتِهِمْ وَطُرُقًا تَحْمِلُهُمْ لِلْحَدِيثِ وَأَدَائِهِ۔^(۴) (ان رسمی القاب سے ان کا تعارف کرواتے وقت ان کا درجہ و طبقہ اور طرق تحصیل و تدریس واضح ہو جائے۔) اس فصل میں اس ضمن کے مشہور القاب کا فنی و ادبی جائزہ پیش ہے۔

محدث

مادہ ح د ث۔ حَدَّثَ، يُحَدِّثُ تَحْدِيثَ۔ باب تفعیل سے محدث تَحْدِيثَ کا اسم فاعل ہے۔ حَدَّثَ کہتے ہیں بات کرنا اور خبر دینا۔ حَدَّثَ بِالنِّعْمَةِ سے مراد ہے اظہارِ نعمت کرنا اور نعمت پر شکر ادا کرنا۔ المحدث کے معنی نوعمر کے ہیں اور غیر معمولی بات کو بھی المحدث کہتے ہیں اور المحدث کے معنی زیادہ اور اچھا بولنے والا اور شیریں گفتار کے ہیں۔^(۵) { مَا يَنْتَبِهُهُمْ مَنْ ذَكَرَ مِنْ رَبِّهِمْ مُحَدَّثٌ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ }^(۶) (ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے وہ اسے کھیل کود میں ہی سنتے ہیں۔) و معنی (مُحَدَّثٌ) هُوَ تَجَدَّدَ نَزُولُ آيَاتِهِ آيَةً بَعْدَ آيَةٍ مَجْدَّةٍ التَّذْكِيرِ الَّذِي يَهْدِي الضَّلَالُ^(۷) (اور محدث کے معنی ایک آیت کے بعد ایک نئی آیت کا نزول ہے۔ نئے انداز سے یہ تذکیر گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتی ہے)

رجل حدث اسے کہتے ہیں جسے گفتگو کرتے وقت الفاظ و معانی کا خوب علم ہو کہ اس بناء پر وہ اچھی گفتگو کر پائے۔ ورجل حدث: کثیر الحديث^(۸) ورجل حدث، آی: کثیر الحديث حسنه^(۹) (زیادہ بولنے والے کو رجل حدث اور زیادہ اور اچھا بولنے والے کو (بھی) رجل حدث کہتے ہیں۔) امام راغبؒ لکھتے ہیں حَدَّثَ، الْحَدُوثُ: كَوْنُ الشَّيْءِ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ عَرَضًا كَانَ ذَلِكَ أَوْجُوهًا، وَلِحَدَّثَهُ: إِيْجَادُهُ..... وَكُلُّ كَلَامٍ يُبْلَغُ الْإِنْسَانُ مِنْ جِهَةٍ السَّمْعِ أَوِ الْوَحْيِ فِي يَقْظَتِهِ أَوْ مَنَامِهِ يُقَالُ لَهُ حَدِيثٌ^(۱۰) (لفظ حدث سے ایک لفظ حدوث بھی ہے جس کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا، جو پہلے نہ ہو، عام اس سے کہ وہ جوہر ہو یا عرض، احداث کے معنی ایجاد کرنا ہیں اور ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا الہام کے ذریعے پہنچے اسے حدیث کہا جاتا ہے، خواہ وہ خواب میں ہو یا بیداری میں۔)

آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ بھی کسی نئی آمدہ بات یا غیر معمولی بات کی خبر یا اطلاع دینے کے لیے لفظ حدث کا استعمال کرتے تھے۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَانَّهَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ فَحَدَّثُونِي مَا هِيَ فَقَوَّعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبُؤَادَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي إِنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ^(۱۱) - (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”درختوں میں ایک ایسا درخت بھی ہے جو کبھی پت جھڑ نہیں ہوتا اور مسلمان کو اس سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، فحدثونی ماہی؟ (بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟) یہ سن کر صحابہ کرامؓ کے خیالات جنگل کے درختوں کی طرف گئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں (کہتے ہوئے) شرمایا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حد ثناہی؟ (آپؐ فرمائیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ کھجور کا درخت ہے۔“ بات اور گفتگو کے لیے بھی آپ ﷺ نے لفظ حدث کا استعمال کیا ((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يَحْدِثَ بِكُلِّ مَاسَمَعٍ))^(۱۲) (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے) آپ ﷺ کی احادیث میں اچھا بولنے والا، بہت زیادہ کلام کرنے والا اور صائب الرائے

کے لیے لفظ محدث کا استعمال موجود ہے۔ ((عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدِّثُونَ فَإِنْ يَكُفُّ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَلَنَّهُ عُمَرُ)) ^(۱۳) (حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر ہیں۔)

معلوم ہوا کہ محدث وہ ہوتا ہے جس کی زبان پر حق بات ہو اور اس کی رائے بالکل صحیح ثابت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ حدیث کے آخر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک قراءت نقل ہوئی ہے پوری آیت اس طرح ہے { وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ } ^(۱۴) ”ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول یا نبی بھیجا.....“ وہ اس آیت میں نبی کے بعد محدث کا لفظ بھی پڑھتے تھے۔ واللہ اعلم ^(۱۵)

امام بخاریؒ نے کام کے لیے لفظ محدث کا انتخاب کرتے ہیں۔ وان حَدَّثَهُ لَا يَسْبِيهِ حَدَّثَ الْمَخْلُوقِينَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى { لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ } وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ^(۱۶) { اللہ تعالیٰ کا کوئی نیا کام کرنا مخلوق کے نئے کام سے مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔“

لفظ ”محدث“ کا لغوی مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایسے وقت میں جب علوم الحدیث ایک باقاعدہ فن کی شکل میں نمایاں ہو رہا تھا، لفظ محدث کا بطور اصطلاح استعمال ادب میں ابلاغ کے اسلوب پر محدثین کی حد درجہ قدرت کا عمدہ اظہار ہے کہ محدث کا لقب اسے دیا گیا جو ایک غیر معمولی کلام یعنی آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی خبر دے رہا ہے اور پھر یہ کہ وہ یہ خبر ایک نئے اور منفرد انداز میں دے رہا ہے۔ وہ آپ ﷺ کے اقوال و اعمال کی خبر منتقل کرنے کے لیے بات کو بالکل ابتداء یعنی اس صحابی سے لیتا ہے جس نے آپ ﷺ سے براہ راست سنایا آپ ﷺ کو براہ راست دیکھا۔ اخَذَ الْأَمْرَ بِحَدَّثِهِ ^(۱۸) (کسی معاملے کو ابتداء سے لیا۔) محدث صحابیؒ سے خود تک ہر طبقہ میں ایک پورا سلسلہ سند قائم کرتا ہے تاکہ حدیث کے درست فہم اور مفہوم کو متعین کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

حافظ

مادہ ح ف ظ۔ حفظ الشیء حفاظت کرنا کو کہتے ہیں۔ حفظ العلم و الکلام کے معنی منضبط کرنا اور محفوظ کر لینا کے ہیں۔ اسی سے حافظ اور حفیظ ہے۔ حافظ علی الشیء محافظہ کہتے ہیں حفاظت کرنا، خیال رکھنا، پیشگی اختیار کرنا اور پابندی کرنے کو۔ ہو حافظ علی المحارم وہ قابل احترام چیزوں کی حفاظت کرتا ہے۔ محافظ اور نگہبان کو بھی حافظ کہا جاتا ہے۔ ہو حافظ العین یعنی اس پر نیند غالب نہیں آتی اور وہ قوت جو قوت و اہمیہ کی ادراک کردہ اشیاء کو محفوظ کر لیتی ہے اسے الحافظہ بھی کہتے ہیں۔^(۱۹) حافظ کی ضد نسیان ہے اور قوتِ حافظہ کے علاوہ ہر قسم کی جستجو، نگہداشت اور نگرانی پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ - الْحِفْظُ: تَقْيِصُ النَّسِيَانِ، وَهُوَ التَّعَاهُدُ وَقِلَّةُ الْغَفْلَةِ، وَالْحَفِظُ: الْمُؤَكَّلُ بِالشَّيْءِ يَحْفَظُهُ۔ وَالْحَفْظَةُ جَمْعُ الْحَافِظِ، وَهُمْ الَّذِينَ يَحْصُونَ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ۔ وَالْإِحْفَاطُ: خُصُوصُ الْحِفْظِ وَالْمُحَافَظَةُ: الْمُوَاطَبَةُ عَلَى الْأُمُورِ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِهِ... وَأَهْلُ الْحَفَاطِ: الْمُحَامِدُونَ مِنْ وَرَاءِ إِخْوَانِهِمْ، مُتَعَاهِدُونَ لِأُمُورِهِمْ، مَانِعُونَ لِعَوْرَاتِهِمْ، قَالَ: إِنَّا أَنَاسٌ نَلْزَمُ الْحَفَاطَ إِذَا كَرِهَتْ رَبِيعَةُ الْكَطَاطَ^(۲۱) (حفظ نسیان کی ضد ہے، وہ حفاظت کرنا اور غفلت نہ کرنا ہے۔ کسی چیز پر نگران جو اس کی حفاظت کرتا ہو اسے حافظ کہتے ہیں۔ حفظہ حافظ کی جمع ہے وہ فرشتے جو انسانوں کے اعمال شمار کرتے ہیں اور احتفاظ خاص طور پر محفوظ رکھنے کو کہتے ہیں۔ محافظہ (باب مفاعلة سے ہے، ایک دوسرے کی حفاظت کرنا) یعنی وہ نمازوں کے اوقات اور علم کی حفاظت کرتا ہے۔ اہل الحفاظ عزت و آبرو کے محافظ کو کہتے ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کی عدم موجودگی میں ان کی حفاظت کرنے والے، ان کے معاملات کے نگرانی کرنے والے اور ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے ہیں۔) امام راغبؒ لکھتے ہیں وَلَمَّا كَانَتْ تِلْكَ الْقُوَّةُ مِنْ أَسْبَابِ الْعَقْلِ تَوَسَّعُوا فِي تَفْسِيرِهَا^(۲۲) ((قوتِ حافظہ) چونکہ اسبابِ عقل میں سے ہے اس لیے اس کی تفسیر میں لوگوں نے وسعت سے کام لیا ہے)

لفظ حافظ اپنے تمام لغوی معانی میں قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے۔ ہر قسم کی نگہداشت اور حفاظت کے لیے آتا ہے۔ {حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى ۝} (نمازوں کی

حفاظت کرو بالخصوص درمیانوالی نماز کی) {أَرْسَلَهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَع وَيَلْعَبُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ} (۲۳) (کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجیے کہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے، اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔) {قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيفٌ} (۲۴) (زمین جو کچھ ان سے گھٹاتی ہے وہ ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس یاد رکھنے والی کتاب ہے۔) امام راغبؒ لکھتے ہیں اَيُّ حَافِظٍ لِأَعْمَالِهِمْ فَيَكُونُ حَفِيفٌ بِمَعْنَى حَافِظٌ، نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى {اللَّهُ حَفِيفٌ عَلِيمٌ} (۲۵) {أو معناه: محفوظ لا يضيع، قوله تعالى: {علمها عند ربِّي في كتاب لا يضل ربِّي ولا ينسى} (۲۶) {یعنی یہ کتاب ان کے اعمال کی حفاظت کرنے والی ہے تو یہاں حفیظ بمعنی حافظ ہے جیسا کہ (اللہ حفیظ علیم) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حفیظ بمعنی محفوظ ہو یعنی وہ کتاب ضائع نہیں ہوگی جیسے فرمایا (علمها عند ربِّي في كتاب لا يضل ربِّي ولا ينسى))

حافظ باب مفاعلة سے آئے تو المحافظة یعنی ایک دوسرے کی حفاظت کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے {وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ} (۲۷) (اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔) إِنَّهُمْ يَحَفِظُونَ الصَّلَاةَ بِمُرَاعَاةِ أَوْقَاتِهَا وَمُرَاعَاةِ أَرْكَانِهَا، وَالْقِيَامَ بِهَا فِي غَايَةِ مَا يَكُونُ مِنَ الطُّوْقِ، وَإِنَّ الصَّلَاةَ تَحَفُظُهُمُ الَّذِي نَبَّهَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَلَيْهِ فِي قَوْلِهِ {إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ} (۲۸) {اس آیت میں اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ وہ نمازوں کے اوقات اور اس کے ارکان کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کی پابندی کرتے ہیں اور نماز ان کی حفاظت کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ”بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔“

آپ ﷺ نے بھی لفظ ”حافظ“ لغوی معانی کی وسعت اور گہرائی کے ساتھ استعمال کیا۔ ((مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ)) (۲۹) (اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا اور اس کو یاد رکھتا ہے، مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں جیسی ہے۔) حفاظت کرنا، خیال کرنا اور پابندی کرنے کے معانی میں ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ((مَنْ حَافِظٌ عَلَى أَرْبَعٍ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى النَّارِ)) (۳۰) (جو

شخص ظہر سے پہلے چار رکعتوں کی اور اس کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام قرار دے دیتا ہے۔) امام مسلمؒ اپنی صحیح میں باب قائم کرتے ہیں: باب حِفْظُ لِسَانٍ لِلصَّائِمِ^(۳۴)

سادہ اور سہل انداز میں بطور اصطلاح ”حافظ“ کا لقب ہر لحاظ سے مطابقت الفاظ و معنی کا مرحلہ طے کر کے مافی الضمیر کا عمدہ اظہار ہے کہ علم مصطلح الحدیث میں ”حافظ“ اسے کہا جاتا ہے جس نے آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی معرفت کے ساتھ ساتھ ایک کثیر تعداد حفظ بھی کی ہو اور رواۃ کو بھی طبقہ بہ طبقہ محفوظ کیا ہو۔ ابن جریرؒ^(۳۵) لکھتے ہیں اَلْحَافِظُ مَنْ رَوَى مَا يَصِلُ إِلَيْهِ وَوَعَى مَا يَخْتِجُ إِلَيْهِ^(۳۶) (حافظ وہ ہے جس نے اس علم کو روایت کیا جو اس تک پہنچا اور اس علم کو محفوظ رکھا جس کی اسے ضرورت تھی۔)

حجۃ

مادہ ح ج ج۔ حج الیہ آنا اور حج المکان ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ حج بنو فلان فلانا۔ ایک قبیلہ والوں کا دوسروں کے پاس کثرت سے آمد و رفت رکھنا۔ زخم کے علاج کے لیے اس کی گہرائی ناپنے کو حج الجرح کہتے ہیں۔ حج فلانا سے مراد دلیل کے ذریعہ کسی پر غالب آنا ہے۔ احتجاج علیہ حجت قائم کرنا اور الحجۃ دلیل و برہان کو کہتے ہیں۔^(۳۷) الحجرجانی^(۳۸) لکھتے ہیں اَلْحُجَّةُ: مَا دَلَّ بِهِ عَلَى صِحَّةِ الدَّعْوَى وَقِيلَ: اَلْحُجَّةُ وَالذَّلِيلُ وَاحِدٌ^(۳۹) (کسی دعویٰ کی صحت پر جو بھی دلیل دی جائے وہ حجت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حجت اور دلیل ایک ہی بات ہے۔) معلوم ہوا کہ کسی کی زیارت کرنے کے ارادے کو الحج کہتے ہیں۔ حجۃ اسی سے ہے۔ دلیل، گہرائی اور پختگی کے لیے لفظ حجۃ استعمال کیا جاتا ہے اور الحجۃ اس دلیل کو بھی کہتے ہیں جو درست مقصد کی وضاحت کرے۔ اَصْلُ الْحَجِّ الْقَصْدُ لِلزِّيَارَةِ، قَالَ الشَّاعِرُ هُوَ الْمَخْبَلُ السَّعْدِيُّ^(۴۰) يُحْجُونَ بَيْتَ الزُّبَيْرِ قَانَ الْمُعْصَفَاءِ وَالْحُجَّةُ: الدَّلَالَةُ الْمُبَيِّنَةُ لِلْمُحَجَّةِ، أَيْ: اَلْمَقْصَدُ الْمُسْتَقِيمُ الَّذِي يَقْتَضِي صِحَّةَ أَحَدِ التَّقْيِصِينَ^(۴۱) (الحج کے اصل معنی کسی کی زیارت کا قصد اور ارادہ کرنے کے ہیں شاعر مخبل السعدی نے کہا وہ زہر قان کے زرد رنگ کے عمامہ کی زیارت

کرتے ہیں اور الحجۃ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے اور نقیضین میں سے ایک کی صحت کی متقاضی ہو)

اصطلاح شریعت میں ماہ ذی الحجہ میں بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔
 {لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجَّةُ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا} (۴۲) (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے۔) اس عبادت کو بھی حج اس لیے کہا گیا ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے۔ دل کی پوری گہرائی سے رب کے حضور حاضری دی جاتی ہے اور پھر یہ عظیم اجتماع عظمت اسلام کی دلیل ہے۔
 دلیل اور برہان کے لیے خود قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے حجۃ کا لفظ ہی استعمال کیا ہے۔ {لَيْسَ لَكَوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ} (۴۳) (تاکہ لوگوں کی کوئی حجت تم پر باقی نہ رہ جائے۔)

گویا حجۃ ایسی دلیل ہے جو ہر لحاظ سے انتہائی معقول ہو اور وہی دلیل حجۃ کہلاتی اور موثق مانی جاتی ہے جو ہر لحاظ سے نقلی و عقلی اصول و ضوابط پر پوری اترتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ((اَحْتَجَّ اَدَمُ وَمُوسٰى فَقَالَ مُوسٰى: اَنْتَ اَدَمُ الَّذِى اَخْرَجْتَ ذُرِّيَّتَكَ مِنَ الْجَنَّةِ؟ قَالَ اَدَمُ اَنْتَ مُوسٰى الَّذِى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلَوْنِى عَلَى اَمْرِ قَدْ قَدَّرَ عَلٰى قَبْلِ اَنْ اُخْلَقَ؟ فَحَجَّ اَدَمُ وَمُوسٰى)) (۴۴) (حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپس میں بحث کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ وہی آدم ہیں ناں جنہوں نے اپنی اولاد کو جنت سے نکالا تھا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا آپ وہی موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنی گفتگو سے شرف یاب کیا تھا، پھر بھی آپ مجھے ایک ایسے امر کی سبب ملامت کرتے ہیں جو الہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی میرے لیے مقدر کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔) حضرت آدم علیہ السلام عقلی و نقلی پہلوؤں پر مبنی ٹھوس دلیل کے ذریعے غالب آئے تو آپ ﷺ اس معاملہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ((فَحَجَّ اَدَمُ وَمُوسٰى)) فریقین کے درمیان فیصلے کے سلسلے میں آپ ﷺ نے فرمایا ((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاَنْتُمْ تَخْتَصِمُونَ اِلَیَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُوْنَ

أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضَى عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ)) (۴۵) (بس میں تو صرف ایک انسان ہوں، تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو، ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا مقدمہ پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان (اپنی گفتگو میں دلیل والا) ہو اور میں اس کی باتیں سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو میں نے جس کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دیا تو وہ اس کو نہ لے کیونکہ وہ تو میں اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔)

لفظ ”الحجۃ“ کا لغوی مطالعہ خود محمد ثین کے فنی معیار اور ادبی ذوق پر حجت ہے کہ الحجۃ کا لقب ایسے محدث و حافظ کو دیا گیا جو حفظ و اتقان میں اس قدر زیادہ ہو کہ ”الحجۃ“ کا مقام حاصل کر لے۔ فَإِذَا وَعَى أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ أَلْفٍ وَأَصْبَحَ مَا يُحِيطُ بِهِ ثَلَاثَ مِائَةِ أَلْفٍ حَدِيثَ مَسْنَدُهُ فَهُوَ حَافِظٌ حُجَّةٌ (۴۶) (پس جسے ایک لاکھ احادیث یاد ہوں اور وہ سند کے ساتھ تین لاکھ سے زائد ہو جائیں تو وہ حافظ حجۃ ہے۔)

معلوم ہوا کہ ”الحجۃ“ کی اصطلاح فن اور ادب کا عمدہ شاہکار ہے۔ یہ لفظ ایک اتھاہ سمندر کا تصور دلاتا ہے جو ماحول سے پوری مطابقت رکھتا ہے کہ الحجۃ کی اصطلاح کی متعین نوعیت یہ ہی ہے کہ وہ اسانید و متون کے حفظ میں اتقان کے ساتھ معاملات پر بھی گہری نظر رکھتا ہے۔

حاکم

مادہ ح ک م۔ حَكْمٌ يَحْكُمُ حُكْمًا فَيُصَلِّهِ كَرْنَا حَكْمًا فَلَا نَارَ كُنَّا، مَنَعُ كَرْنَا۔ حَكْمٌ حَكِيمٌ وَدَانِشْمَنْدٌ هُوْنَا۔ احْكَمْ الشَّيْءَ وَالْأَمْرَ أَوْ احْكَمْ الشَّيْءَ وَالْأَمْرَ مَضْبُوطٌ وَمُسْتَحْكَمٌ هُوْنَا كَيْ لِيَةِ آتَا يَ۔ الْحُكْمُ سَے مراد علم و فہم ہے اور الْحِكْمَةُ اعلیٰ علوم کے ذریعے اعلیٰ اشیاء کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ رَفَعَ اللّٰهُ حَكْمَتَهُ اللّٰهُ نَے اس کے مرتبے کو بلند کر دیا۔ (۴۷)

حاکم اسی سے ہی ہے جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے اسے حاکم کہا جاتا ہے اور فیصلہ کرنا معاملات کا ہر پہلو سے احاطہ کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے {الْيَسَّ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ} (۴۸) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔)

معلوم ہوا کہ حاکم کی حکمت و دانائی اس کے علم و فہم کی بناء پر ہوتی ہے۔ اگر وہ کسی امر سے روکتا ہے تو اصلاح کے لیے روکتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ انتہائی دانشمندی سے کرتا ہے۔ الْحَاءُ وَالْكَافُ وَالْمِيمُ أَصْلٌ وَاحِدٌ، وَهُوَ الْمَنْعُ - وَأَوَّلُ ذَلِكَ الْحُكْمُ، وَهُوَ الْمَنْعُ مِنَ الظُّلْمِ - وَسُمِّيَتْ حَكْمَةُ الدَّابَّةِ لِأَنَّهَا تَمْنَعُهَا، وَيُقَالُ حَكَمْتُ السَّيْفِيَّةَ وَأَحْكَمْتُهَا، إِذَا أَخَذْتُ عَلَى يَدَيْهِ - قَالَ جَرِيرٌ: أَبِي حَنِيفَةَ أَحْكَمُوا سَفَهَاءَكُمْ، إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ أَغْضَبَا ۖ وَالْحِكْمَةُ هَذَا قِيَاسُهَا، لِأَنَّهَا تَمْنَعُ مِنَ الْجَهْلِ ۖ (۵۰) (حاء، كاف اور ميم اصل ہیں اور اس کے معنی منع کرنے اور روک دینے کے ہیں اور سب سے پہلے ظلم سے روکتا ہے اور اسی بناء پر حکمت الدابة کہا جاتا ہے کہ میں نے گھوڑے کو لگام دی کیونکہ وہ اسے قابو میں رکھتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تو نے بے وقوف کے منہ میں لگام دی اور اس پر قابو پایا جب تو نے سب اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جریر کہتا ہے ”اے بنی حنیفہ اپنے سفہاء کے منہ میں لگام دو اور حکمت کو اسی اسی سے قیاس کیا جاتا ہے کیونکہ وہ جہالت سے روکتی ہے۔)

الحکم اسم باری تعالیٰ ہے یعنی بہترین حاکم۔ {أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغَىٰ حَكَمًا} (۵۱) (تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں) اللہ تعالیٰ کا وصف حکیم بھی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے متعلق حکیم کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو کسی انسان کے حکیم ہونے کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا {الْيَسَّ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ} (۵۲) (کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہے) وَمِنْ صِفَاتِ اللَّهِ: الْحَكْمُ وَالْحَكِيمَةُ وَالْحَاكِمَةُ وَهُوَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ وَمَعَانِي هَذِهِ الْأَسْمَاءِ مُتَقَارِبَةٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا أَرَادَ بِهَا وَعَلَيْنَا الْإِيمَانُ بِأَنَّهَا مِنْ أَسْمَائِهِ - (۵۳)

قرآن مجید کو بھی {الْكِتَابِ الْحَكِيمِ} (۵۴) کہا گیا ہے، کیونکہ وہ ایسا عاقلانہ کلام ہے کہ اس میں نہ لفظی خامیاں ہیں نہ معنوی اور لوگوں کی زندگی کے بارے میں صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک کے وصف میں حکیم بمعنی محکم ہوتا ہے {أَحْكَمْتُ أَيُّهُ} (۵۵) (اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں) وہ آیات قرآنیہ جو ظاہر اور واضح ہوں اور ان میں تاویل کی ضرورت نہ ہو۔ {مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ} (۵۶) (جس

میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔) وَكَالَاهُمْ أَصْحَابُ
فَالْنَّهْ مُحْكَمٌ وَمُفِيدٌ لِلْحُكْمِ، فَضِيهِ الْمَعْنِيَانِ جَمِيعًا^(۵۷) (اور یہ دونوں قول صحیح ہیں کیونکہ قرآن
پاک کی آیات محکم بھی ہیں اور ان میں پر از حکمت احکام بھی ہیں لہذا اس میں ہر دو معنی جمع
ہو گئے ہیں)

معلوم ہوا کہ کسی بھی امر سے متعلق فیصلہ کرنے کا نام حکم ہے یعنی وہ اس طرح ہے
یا اس طرح نہیں ہے خواہ وہ فیصلہ دوسرے پر لازم کر دیا جائے یا لازم نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ
کی احادیث میں بھی لفظ حکم، حکمت اور حاکم اپنے تمام لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک
موقع پر آپ ﷺ نے قیامت قائم ہونے کے بارے میں فرمایا ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ
فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا))^(۵۸) (قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں ابن
مریم ایک منصف حاکم بن کر نمودار ہو جائیں۔)

آپ ﷺ نے حکم یعنی علم و فہم، دانشمندی اور مضبوط و مستحکم فیصلوں کو انصار سے
مخصوص کیا کیونکہ اکثر فقہاء صحابہ انہی میں سے تھے مثلاً معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن
ثابتؓ وغیرہ۔^(۵۹) صحیح البخاری میں صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب میں حضرت ابن عباسؓ^(۶۰)
سے ایک روایت موجود ہے۔ عن ابن عباسؓ قَالَ: صَمِنِي النَّبِيُّ ﷺ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ
وَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ»^(۶۱) (حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے
نبی ﷺ نے اپنے سینے سے لگا کر دعا فرمائی: اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔)

لفظ حاکم کا لغوی مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ محدثین کرامؓ کا لفظ ”حاکم“ کو
بطور اصطلاح استعمال کرنا پوری طرح اپنے معنی سے مربوط و متناسب ہے کہ علوم الحدیث کی
اصطلاح میں حاکم اسے کہتے ہیں کہ جس کا احادیث کا علم و فہم اس قدر مضبوط اور پختہ ہو کہ شاید
ہی کچھ حصہ اس کی معلومات سے رہ گیا ہو۔ هُوَ مَنْ أَخَاطَ بِجَمِيعِ الْأَحَادِيثِ الْمَرْوِيَةِ مَثْنًا وَاسْنَادًا وَجَرَحًا
وَتَعْدِيلًا وَتَارِيخًا^(۶۲) (جو تمام احادیث کا متنا، اسناداً، جرحاً، تعدیلاً اور تاریخاً علم رکھتا ہو۔)

علم جو مضبوط و مستحکم ہو جس کے معنی واضح اور الفاظ تھوڑے ہوں، ایسے حکیمانہ و
عادلانہ علم کو پوری گہرائی سے حاصل کرنے والے کو ”حاکم“ کہنا محدثین کرامؓ کی فکر کی

بلاغت اور زبان کی فصاحت ہے۔ یہی بلاغت و فصاحت دراصل فن و ادب کا منصب ہے کہ ادائے مدعا کے لیے استعمال کیا جانے والا لفظ موقع و محل کا بھرپور عکاس ہو۔

امیر المؤمنین فی الحدیث

امیر اور المؤمنین سے امیر المؤمنین ترکیب دیا گیا۔ امیر کا مادہ ہے اَمَرَ علیہم کے معنی ہیں امیر بننا اور اَمَرَ الشَّیْءَ وَآمَرَ زَیَادَہ ہونا اور نشوونما پانا کو کہتے ہیں۔ اَمَرَ فُلَانٍ علامت لگانا اور الامارۃ کے معنی علامت کے ہیں۔ اَلْاَمْرُ حالت اور شان کو بھی کہتے ہیں اور اسی سے امیر ہے یعنی جسے حکومت دی جائے۔ ^(۶۳) اَمَرَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں قوم زیادہ ہو گئی کیونکہ آبادی بڑھ جائے تو امیر (حاکم) کا تقرر ضروری ہو جاتا ہے جس کے بغیر انتظام صحیح نہیں رہ سکتا۔ ^(۶۴) اَلْاَفْوِہُ الْاَوْدِی نے کہا: ^(۶۵)

لَا یَصْلَحُ النَّاسُ فَوْضَ لَا سِرَۃَ لَہُمْ وَلَا سِرَۃَ اِذَا جَہَا لَہُمْ سَادُوا ^(۶۶)

(جن کا سربراہ نہیں ان لوگوں (قوم) کی اصلاح نہیں ہوتی، نہ ان کے لئے کوئی عزت و شرف ہے۔ اور کوئی عزت و شرف نہیں جب ان کے جاہل سرداری کریں۔)

استمرار مشورہ کرنے کو کہتے ہیں اور اسی سے جار کو امیر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے مشورہ بھی طلب کیا جاتا ہے۔

اَلْاَمِیْرُ، اَلْبَیْرُ، لِاَنَّ الْجَیْرَانَ یَسْتَأْمِرُ بَعْضُہُمْ بَعْضًا ^(۶۷) (امیر سے مراد جار ہے کیونکہ پڑوسی ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔)

قرآن مجید میں یہ لفظ اپنے ہر معنی میں استعمال ہوا ہے اور جملہ اقوال و افعال کے لیے عام ہے۔ حکم کے لیے آتا ہے { وَامْرَاۃً لِّسَلَمَ لِرَبِّ الْعَلَمِیْنَ } ^(۶۸) (اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگار عالم کے پورے مطیع ہو جائیں۔) آپ ﷺ نے بھی حکم اور معاملات کے لیے ”امر“ کا لفظ استعمال کیا۔ ((لَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْاُمَّۃُ قَائِمَۃً عَلٰی اَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّہُمْ مَنْ خَالَفَہُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ)) ^(۶۹) (اور (اسلام کی) یہ جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، جو ان کا مخالف ہوگا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آجائے۔)

معاملات کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہوئے آپ ﷺ نے لفظ ”امر“ ہی استعمال کیا ((اللَّهُمَّ اسْلَمْتُ وَجْهِيَ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ))^(۷۰) (اے اللہ! میں نے خود کو تیرے سپرد کیا اور اپنا کام تجھے سونپ دیا۔)

امیر المؤمنین کی ترکیب کا دوسرا لفظ ”المؤمنین“ ہے جس کا مادہ امن ہے۔

أَمِنَ کے معنی مطمئن و بے خوف ہونا کے ہیں۔ اَمِنًا، أَمَانًا، أَمَانَةً، اِمْنًا اور اَمْنَةً سب مصدر ہیں۔ امان کے معنی کبھی حالت کے بھی آتے ہیں۔ اَمِنَ بہ اعتماد کرنا اور تصدیق کرنا کو کہتے ہیں۔ اَمِنَ عَلَى دَعَائِهِ کے معنی امین کہنا کے ہیں۔ الامین سے مراد محافظ اور پیرہ دار ہے اور ایمان دراصل دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ہے وہ تصدیق جس سے اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور تردد جاتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعتقاد، قول صدق اور عمل صالح میں سے ہر ایک کو ایمان کہا گیا ہے۔ اسی سے مؤمن بمعنی مصدق ہے۔^(۷۱) معلوم ہوا کہ مؤمن وہ ہے جو دل سے حق کی تصدیق کرنے والا ہو۔ کسی کو اس سے برائی پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو بلکہ خلق خدا اس سے امن اور فائدہ حاصل کریں۔ اَمِنَ: اَلْأَمْنُ: ضِدُّ الْخَوْفِ، وَالْفِعْلُ مِنْهُ: اَمِنَ يَأْمَنُ اَمْنًا، وَالْمَأْمَنُ: مَوْضِعُ الْأَمْنِ- وَالْأَمْنَةُ مِنَ الْأَمْنِ- وَالْأَمَانُ اِعْطَاءُ الْأَمْنَةِ- وَالْأَمَانَةُ: نَقِيضُ الْخِيَانَةِ- وَالْإِيْمَانُ: اَلتَّصَدِيقُ نَفْسَهُ- وَقَوْلُهُ تَعَالَى { وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا }^(۷۲) اَيُّ بِمُصَدِّقٍ اَمِنَ وَهُوَ اِسْمٌ^(۷۳) مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ-^(۷۴) (امن خوف کی ضد ہے اور اس سے فعل امن یا من امانا ہے۔ مَأْمَنَ امن کی جگہ کو کہتے ہیں۔ امنۃ امن سے ہے یعنی جو ہر ایک پر ہر چیز کے بارے میں اعتماد کرے۔ امان امن عطا کرنے کو کہتے ہیں۔ امانت خیانت کی ضد ہے اور ایمان قلبی تصدیق کا نام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ (وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا) یعنی آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں اور آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔)

معلوم ہوا کہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کے ساتھ عمل بالجوارح بھی مومن کے مفہوم میں شامل ہے۔ اور وہ جو خود اللہ پر بھروسہ رکھے اور لوگ اس پر بھروسہ کرتے ہوں۔ جو لوگوں کے لیے سراپا خیر خواہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے { اُبَلِّغْكُمْ رِسَالَتِيْ وَآتَا

لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ} (۷۵) (تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں۔) حضرت جبریل علیہ السلام کی صفت بھی الامین بیان کی گئی ہے۔ {نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ} (۷۶) (اسے امانتدار فرشتہ لے کر آیا ہے۔) حالت امن کے لیے قرآن مجید میں آتا ہے {إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ} (۷۷) (بیشک اللہ سے ڈرنے والے امن چین کی جگہ میں ہوں گے۔) یعنی جنت ایک ایسا مقام ہے کہ وہاں متقین بے ڈر، بے خوف، مطمئن اور حالت امن میں ہوں گے۔ آمِنٌ يُؤْمِنُ فِيهِ مِنَ الْأَقَاتِ (۷۸) امین سے مراد ایسی جگہ جہاں وہ ہر قسم کی آفات اور مصائب سے امن میں ہوں گے۔) اسی طرح وہ شہر جس میں داخل ہو کر تمام خوف اور ڈر ختم ہو جائے اسے بھی امن والا کہا گیا ہے۔ {وَلِذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ} (۷۹) (اور (قسم ہے) اس امن والے شہر کی۔) یعنی مکہ، سَمَاءُ أَمِينًا لِأَنَّهُ آمِنٌ، كَمَا قَالَ {أَنَا جَعَلْنَا حَرَمًا أَمِينًا} (۸۰) فالامین بمعنی الامین (۸۱) (یعنی مکہ اور اسے امین کہا گیا کیونکہ وہ امن والی جگہ ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا) کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو بلامن بنادیا) امین کے معنی ہیں امن والا) مومن جو خود بھی پر امن رہتا ہے اور دوسروں کو بھی پر امن رہنے دیتا ہے اس کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے {وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ} (۸۲) (مومنوں کو ہدایت اور خوشخبری دینے والا ہے۔)

مانوس اور سلیس الفاظ ہی آپ ﷺ کے اسلوب بیان کی روح ہے، یہاں بھی لفظ امن اپنے تمام لغوی معنوں میں فہم کلام کا عمدہ مظہر ہے۔ آپ ﷺ اپنی ایک دعا میں اللہ سے یوں مانگتے ہیں ((اللَّهُمَّ اسْتَرْعُو رَاتِي وَأَمِنْ رَّوْعَاتِي)) (۸۳) (اے اللہ میرے عیسوں پر پردہ ڈال دے اور میری پریشانیوں سے مجھے امن دے دے۔) فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ((أَمْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَعْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ)) (۸۴) (جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے اور جو اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے وہ امان میں ہے۔)

معلوم ہوا کہ محدثین کرام کے ہاں ”امیر المؤمنین“ کی ترکیب بطور اصطلاح لفظ و معنی کے توازن و اعتدال میں اس قدر بلیغ ہے کہ ان معانی کے لیے کوئی اور لفظ لانے کی حاجت

نہیں کہ محدثینؒ ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ اسے کہتے ہیں جو تعمق فی الحدیث اور حفظ و اتقان میں اپنے زمانے کے ان تمام افراد سے فائق ہو جنہیں دیگر القاب عطا کیے گئے یہاں تک کہ وہ سب اس پر اعتماد کرتے ہوں، اس کی طرف رجوع کرتے ہوں جیسا کہ { وَأُولَى الْأَمْرِ }^(۸۵) کا معاملہ ہوتا ہے۔ یُطْلَقُ هَذَا اللَّقَبُ عَلَى مَنْ اِسْتَهْرَهْ فِي عَصْرِهِ بِالْحِفْظِ وَالِدِّرَایَةِ، حَتَّى اصْبَحَ مِنْ اَعْلَامٍ، عَصْرَهُ وَاَثَمَتَهُ^(۸۶) (اس لقب کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو اپنے زمانے میں لفظ ودرایت میں مشہور ہو یہاں تک کہ وہ اپنے زمانے کا امام اور علامہ بن جائے۔)

”امیر“ اور ”المؤمنین“ کا لغوی مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ مواقع کے اعتبار سے الفاظ و تراکیب کو بطور اصطلاح استعمال کرنے کا فن محدثینؒ کے ہاں اپنے کمال پر ہے یہ فن دراصل فکر و فن کی بیداری ہے اور اس سے ادب کو جلا ملتی ہے۔ وہی خاصۃ العقل لَبَّهِ وَثَمَرَتَهُ^(۸۷) (وہ عقل کا خاصہ، اس کا لب لباب اور اس کا پھل ہیں۔)

فی الحقیقت یہ تمام القاب محدثؒ کے وسعت علم کی بنا پر طے ہوتے ہیں۔ ایک محدث جتنا تعمق فی الحدیث حاصل کرتا ہے اتنا ہی اس کا مرتبہ بڑھتا جاتا ہے۔ ان القابات کا فنی معیار اور ادبی مقام و مرتبہ علم وادب اور زبان و بیان میں اصطلاحات کی جوہری قوت اور ان کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ سورۃ الحج (۱۵) : ۹
- ۲۔ محمد بن عمر بن الحسن، فخر الدین الرازی، ابو عبد اللہ (۵۳۴ھ-۶۰۶ھ، ۱۱۵۵-۱۲۱۰م) تفسیر اور نقلی و عقلی علوم کے ماہر تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ وفیات الاعیان ۲۴۹/۲، لسان المیزان ۴/۳۲۶، البدایہ والنہایہ ۵۵/۱۳
- ۳۔ الرازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر، فخر الدین، مفتاح الغیب، ج: ۱۹، ص: ۱۲۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط: الثالثہ، ۱۴۲۰ھ و انظر تفسیر الماوردی، ج: ۳، ص: ۱۴۹ و انظر تفسیر الشعلبی، ج: ۵، ص: ۳۳۲، و انظر ابن کثیر، ج: ۴، ص: ۵۲۷، و انظر تفسیر المظہری، ج: ۵، ص: ۲۹۳ و انظر تفسیر ابن عطیہ، ج: ۳، ص: ۳۵۱

- ۴۔ صبحی صالح، ڈاکٹر، علوم الحدیث و مصطلح، ص: ۷۵، دارالعلم للملایین، بیروت، ط: الثانیہ، ۲۳۸۴ھ، ۱۹۶۵م
- ۵۔ ابراہیم مصطفیٰ / احمد حسن الزیات / حامد عبدالقادر / محمد علی النجار، العجم الوسیط، باب الحاء، ص: ۱۵۹، مجمع اللغة العربیة، القاہرہ، ط: الثانیہ، ۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء۔
- ۶۔ سورة الانبیاء (۲۱): ۲
- ۷۔ ابو زہرہ، محمد بن احمد، زہرۃ التفاسیر، دار الفکر العربی، ج: ۹، ص: ۸۲۷، ط: ن، س، ن:۔
- ۸۔ الفراهیدی، خلیل بن احمد بن عمرو، البصری، ابو عبد الرحمن، کتاب العین، باب الحاء والذال والشاء، ج: ۳، ص: ۱۷۷، دار مکتبۃ الهلال، ط: ن، س: ن۔
- ۹۔ الفارابی، اسحاق بن ابراہیم، ابوالبراہیم، معجم دیوان الادب، باب فعل بفتح الفاء وکسر العین، ج: ۱، ص: ۲۲۶، مؤسسۃ، دار الشعب للصحافة والطباعة والنشر، القاہرہ، ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳م۔
- ان لغات میں بیان کیے ان سب معانی کے لیے مزید دیکھیے جملہ لغت، ش ج د، ج: ۱، ص: ۴۱۶، وانظر تہذیب اللغة، ج: ۳، ص: ۱۱۳ وانظر الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیة، حدث ج: ۱، ص: ۲۷۸ وانظر مقاییس اللغة، حدث ج: ۲، ص: ۳۶ وانظر تاج العروس حدث ج: ۵، ص: ۲۰۵، ۲۰۸
- ۱۰۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ابو القاسم، مفردات القرآن، حدث ج: ۱، ص: ۲۲۲، دار القلم، ادار الشامیہ، بیروت، ط: اولی، ۱۴۱۲ھ
- ۹۔ سورة الضحی (۹۳): ۱۱
- ۱۰۔ سورة الذاریات (۵۱): ۲۴
- ۱۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: قول المحدث حدثنا و اخبرنا و انبأنا، ج: ۶۱، دار السلام، الریاض، ط: الثانیہ، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م۔
- ۱۲۔ مسلم، مسلم بن الحجاج، ابو الحسین، صحیح مسلم، مقدمہ، باب: النہی عن الحدیث بکلام سمع، ج: ۵، دار السلام، الریاض، ط: الثانیہ، ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م۔
- ۱۳۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ: باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی العَدَوِی رَضِی اللہ عنہ، ج: ۳۶۸۹

- ۱۴۔ سورۃ الحج (۲۲) : ۵۲
- ۱۵۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی العدویؓ، فائدہ از حافظ عبدالستار الحماد، ج: ۳، ص: ۲۴۷
- ۱۶۔ سورۃ الشوری (۴۲) : ۱۱
- ۱۷۔ صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (کل یوم ہو فی شان) سورۃ الرحمن (۵۵) : ۲۹
- ۱۸۔ المعجم الوسیط، باب الحاء، ص: ۱۵۹
- ۱۹۔ المعجم الوسیط، باب الحاء، ص: ۱۸۵
- ۲۰۔ والتحفظ هو قلة الغفلة، وحقیقۃ: انما هو تکلف الحفظ نصعف القوة والحافظۃ، بصائر ذوی التمر فی لطائف الکتاب العزیز، ص: ۴۸۱، ۲، وانظر المفردات فی غریب القرآن، ص: ۲۴۴
- ۲۱۔ کتاب العین، بالحاء والطاء والفاء، ۳/۱۹۸، وانظر تهذیب اللغة، ابواب الحاء و انطاء ۴/۲۶۵، وانظر الصحاح تاج اللغة وصحاح العربیۃ، حفظ، ۳/۱۱۷۲، وانظر اساس البلاغة، ح ف ط، ۱/۲۰۰
- وانظر مختار الصحاح، ح ف ظ، ۱/۷۶، وانظر لسان العرب، فصل الحاء، ۴/۴۴۱
- ۲۲۔ الراغب، حسین بن محمد، الاصفهانی، ابوالقاسم، المفردات فی غریب القرآن، حفظ، ص: ۲۴۴، دار القلم، الدار الشامیۃ، بیروت، ط: الاولى، ۱۴۱۲ھ۔
- ۲۳۔ سورۃ البقرہ (۲) : ۲۳۸
- ۲۴۔ سورۃ یوسف (۱۲) : ۱۲
- ۲۵۔ سورۃ ق (۵۰) : ۴
- ۲۶۔ سورۃ الشوری () : ۶
- ۲۷۔ سورۃ طہ (۲۰) : ۵۲
- ۲۸۔ المفردات فی غریب القرآن، ص: ۲۴۴
- ۲۹۔ سورۃ المعارج (۷۰) : ۳۴
- ۳۰۔ سورۃ العنکبوت (۲۹) : ۴۵
- ۳۱۔ ابی زھرۃ، محمد بن احمد بن مصطفیٰ، زھرۃ التفاسیر، ج: ۲، ص: ۸۳۸، دار الفکر العربی، ط: ن، س: ن
- ۳۲۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: تفسیر سورۃ عبس، ج: ۷، ص: ۴۹۳

۳۳۔ نسائی، احمد بن شعیب بن علی بن سنان، ابو عبد الرحمن، سنن نسائی، کتاب: قیام اللیل وتطوع النہار، باب الاختلاف علی اسماعیل بن ابی خالد، ج: ۱۸۱، دار السلام، الریاض، ط: الاولى، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م۔

۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام
۳۵۔ احمد بن محمد، ابو بکر، شہاب الدین ابن الجزری، القرشی، الشافعی (۸۰-۷۸۰ھ، ۱۳-۱۳۷۸م) اپنے والد صاحب کے سامنے بھی زانوئے تلمذتہ کیا۔ اپ زندگی بھر تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔ الضوء اللامع ۱۹۳/۲

۳۶۔ السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، ص: ۳۵، دار الکتب العربی، بیروت، ط: الاولى، ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲م۔

۳۷۔ المعجم الوسیط، باب الحاء، ص: ۱۵۷
۳۸۔ علی بن محمد بن علی المعروف الشریف الجزجانی (۷۰-۸۱۶ھ، ۱۳۱۳-۱۳۴۰م) فلسفی اور کبار علماء عربیت میں سے تھے۔ تا کو (استرآباد کے قریب ایک گاؤں) میں پیدا ہوئے۔ شیراز میں علم حاصل کیا۔ ۷۸۹ھ میں جب تیمور شیراز میں داخل ہوا تو وہاں سے سمرقند بھاگ نکلے اور تیمور کی وفات کے بعد شیراز لوٹے۔ الضوء اللامع ۵/۳۲۸، مفتاح السعادة ۱۶۷/۱، آداب اللغة ۳/۲۳۵

۳۹۔ الجزجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، باب الحاء، ص: ۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط: اولی، ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳م

۴۰۔ ربیع بن مالک بن ربیعہ بن عوف السعدی، ابو یزید من تمیم۔ محضری شاعر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس کا انتقال ہوا۔ الاعلام، ج: ۱۵/۳

۴۱۔ المفردات فی غریب القرآن، ج: ۱، ص: ۲۱۸، وانظر جمهرة اللغة، ج: ۱، ص: ۱، ج: ۱، ص: ۸۶، وانظر تهذيب اللغة، باب الحاء والجیم، ج: ۳، ص: ۲۵۱، وانظر الصحاح تاج اللغة و صحاح العربیة، ج: ۱، ص: ۳۰۳، وانظر مقلائیئس اللغة، ج: ۲، ص: ۳۰، وانظر اساس البلاغة، ج: ۱، ص: ۱۶۹، وانظر لسان العرب، فصل الحاء، ج: ۲، ص: ۲۲۶، وانظر تاج العروس، ج: ۵، ص: ۴۵۹

- ۴۲۔ سورۃ آل عمران (۳): ۹۷
- ۴۳۔ سورۃ البقرہ (۲): ۱۵۰
- ۴۴۔ صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قوله عزوجل: (وکلم اللہ موسیٰ تکلیما)
سورۃ النساء (۴): ۱۶۴، ج: ۵۱۵
- ۴۵۔ صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الامام للخصوم، ج: ۱۶۹
- ۴۶۔ العجاج الخطیب، اصول الحدیث، ص: ۴۲۸، محمد ضیاء الرحمن الاعظمی، معجم مصطلحات الحدیث ولطائف الاسانید، ص: ۱۳۰، مکتبہ اضواء السلف، الرياض، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م
- ۴۷۔ المعجم الوسیط، باب الحاء، ص: ۱۹۰
- ۴۸۔ سورۃ التین (۹۵): ۸
- ۴۹۔ جریر بن عطیہ الخطفی، دیوان جریر، ص: ۴۷، دار بیروت للطباعة والنشر، ط: ن، ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶م
- ۵۰۔ مقالہ میں اللغۃ، حکم، ج: ۲، ص: ۹۱ وانظر اساس البلاغۃ، ح ک م، ج: ا، ص: ۲۰۶ وانظر النہایۃ فی غریب الحدیث والاثار، حکم، ج: ا، ص: ۴۱۹ وانظر مختار الصحاح، ح ک م، ج: ا، ص: ۷۸، وانظر لسان العرب، فصل الحاء، ج: ۱۲، ص: ۱۴۰
- ۵۱۔ سورۃ الانعام (۶): ۱۱۴
- ۵۲۔ سورۃ التین (۹۵): ۸
- ۵۳۔ تہذیب اللغۃ، باب الحاء والکاف مع الفاء، ج: ۴، ص: ۶۸ وانظر المفردات فی غریب القرآن، ح ک م، ص: ۲۴۸
- ۵۴۔ سورۃ یونس (۱۰): ۱
- ۵۵۔ سورۃ صود (۱۱): ۱
- ۵۶۔ سورۃ آل عمران (۳): ۷
- ۵۷۔ المفردات فی غریب القرآن، ح ک م، ص: ۲۴۹ وانظر المعجم الوسیط، باب الحاء، ج: ا، ص: ۱۹۰
- ۵۸۔ صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: کسیر الصلیب وفعل النخزیر، ج: ۶، ص: ۲۴۷

۵۹۔ ابن الاثیر، مجد الدین المبارک بن محمد، الشیبانی، الجزری، ابوالسعادات، النہایہ فی غریب الحدیث والثر، حکم، ج: ۱، ص: ۴۱۹، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹م۔ وانظر مسند احمد حاشیہ حدیث: ۱۷۶۵۲

۶۰۔ عبد اللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب القرشی الهاشمی (م ۶۸ھ) صحابی رسول اور ”جبر الامة“ کے لقب سے ملقب تھے۔ علوم دینیہ سے گہرا لگاؤ تھا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ کا خصوصی خیال فرماتے۔ تذکرۃ الحفاظ، ۱/۴۰، حلیۃ الاولیاء، ۱/۳۱۴

۶۱۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب: ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ج: ۳، ص: ۵۶

۶۲۔ اصول الحدیث، ص: ۴۹۶۳۔ المعجم الوسیط، باب الحمزۃ، ج: ۱، ص: ۲۸۶۲۔ المفردات فی غریب القرآن، امر، ص: ۸۸

۶۵۔ صلاء بن عمرو بن مالک، عن بنی اود (۰۰۰ - نحو ۵۰قھ، ۰۰۰ - نحو ۵۷م) جاحلی شاعر تھا۔ اس کی کنیت ابو ربیعہ تھی، لقب بالافہ تھا کہ اس کے ہونٹ خوش نما نہیں تھے اور دانت نظر آتے تھے۔ جنگوں میں اپنی قوم کا سردار ہوتا تھا، اپنے زمانے کا حکیم اور شاعر تھا۔ الاعلام ۳/۲۰۷، جمہورۃ الانساب، ص: ۳۸۶ اور وہاں صلاء بن عمرو بن عوف بن منبہ بن اود ہے۔

۶۶۔ علی بن ابی الفرج بن الحسن، صدر الدین، ابوالحسن البصری، الحماسۃ البصریۃ، عالم الکتب، بیروت، ط: ن، س: ن

۶۷۔ القرشی الصغانی، رضی الدین الحسن بن محمد، الشوارد ما تفرد بہ بعض آئمۃ اللغۃ، حرف الحمزۃ، ص: ۷۶، الہیئۃ العالیۃ لشؤون المطابع الامیریۃ، القاہرہ، ط: اولی، ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳م

۶۸۔ سورۃ الانعام (۶): ۷۱

۶۹۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: من یرد اللہ بہ خیر یرفقہ فی الدین، ج: ۱، ص: ۷۱

۷۰۔ صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، ج: ۲، ص: ۲۴۷

۷۱۔ المعجم الوسیط، باب الحمزۃ، ج: ۱، ص: ۲۸، وانظر المفردات فی غریب القرآن، امن، ص: ۹۰

۷۲۔ سورۃ یوسف (۱۲): ۱۷

- ۷۳۔ امن (افعال) دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ (۱) لازم: اس کے معنی ہیں پر امن ہونے والا اور (۲) متعدی بنفسہ جیسے امنۃ (میں نے اسے امن دیا) اور اسی معنی کے اعتبار سے اسماء الحسنیٰ میں مومن آیا ہے۔ المفردات فی غریب القرآن، امن، ص: ۹۱
- ۷۴۔ کتاب العین، باب النون والمیم، ج: ۸، ص: ۳۸۸ وانظر جمل اللغة لابن فارس، باب الحمزة والمیم، ج: ۱، ص: ۱۰۲ وانظر مقاییس اللغة، امن، ج: ۱، ص: ۱۳۳
- ۷۵۔ سورة الاعراف (۷): ۶۸ ۷۶۔ سورة الشعراء (۲۶): ۱۹۳
- ۷۷۔ سورة الدخان (۴۴): ۵۱
- ۷۸۔ القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابو عبد اللہ، تفسیر القرطبی، ج: ۱۶، ص: ۱۵۱، ط: الثانية، ۱۳۸۴ھ، ۱۹۶۴م
- ۷۹۔ سورة التین (۹۵): ۳ ۸۰۔ سورة العنکبوت (۲۹): ۶۷
- ۸۱۔ تفسیر القرطبی، ج: ۲۰، ص: ۱۱۳ ۸۲۔ سورة البقرہ (۲): ۹۷
- ۸۳۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ، سنن ابن ماجہ، ابواب الدعاء، باب ما یدعو بہ الرجل اذا اصبح واذا امسى، ج: ۳۸۷، دار السلام، الرياض، ط: الاولى، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م
- ۸۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفی واللأمانة، باب: ماجاء فی خبر مکة، ج: ۳۰۶۱
- ۸۵۔ سورة النساء (۴): ۵۹۶ ۸۶۔ اصول الحدیث، ص: ۴۴۹
- ۸۷۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر، الجوزیة، إعلام الموقعین عن رب العالمین، ج: ۱، ص: ۱۸۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط: الاولى، ۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۱م